خاندانی منصوبہ بندی

مرزا بشیر احمد ایم۔اے

خاندانی منصوبہ بندی

(متفرق اور غیر مرتب نوٹ)

مرزا بشیر احمد ایم۔ اے

نوٹ از جانب ناشر

جو مضمون "خاندانی منصوبہ بندی" کے عنوان کے تحت ۱۴ نومبر ۱۹۵۹ء کے اخبار "الفضل" میں چھپا تھا وہ مصنف کی خفیف سی نظر ثانی اور معمولی سے اضافہ کے بعد اس رسالہ کی صورت میں شائع کیا جا رہا ہے۔ احباب کرام اسے زیادہ سے زیادہ کثرت کے ساتھ ملک کے ہر طبقہ (یعنی افسرانِ حکومت۔ ماہرینِ اقتصادیات۔ قانون دان اصحاب۔ ایڈیٹرانِ اخبارات۔ علماءِ کرام۔ پروفیسر صاحبان۔ مصنفین باتمکین اور دیگر اہل الرائے اصحاب) میں پھیلانے کی کوشش فرمائیں تاکہ اہلِ علم و دانش کی جرح و تعدیل کے بعد اسے زیادہ مکمل اور زیادہ جامع اور زیادہ مفید صورت میں شائع کیا جا سکے۔

ناظر اصلاح و ارشاد۔ ربوہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

گذارشِ احوالِ واقعی

میرے یہ نوٹ اخبار الفضل ربوہ ضلع جھنگ میں زیر تاریخ ۱۲ / نومبر سنہ ۱۹۵۹ء شائع ہو چکے ہیں لیکن چونکہ ان نوٹوں کے متعلق احباب کی طرف سے مزید مانگ جاری ہے اسلئے اب ان متفرق نوٹوں کو خفیف سے اضافہ کے ساتھ اس رسالہ کی صورت میں شائع کیا جا رہا ہے مفصّل مضمون انشاء اللہ مزید تحقیق اور تدقیق اور مزید چھان بین کے بعد شائع کیا جائے گا۔ یہ رسالہ ایسے اصحابِ کرام کی خدمت میں بھی بھجوایا جا رہا ہے جو "خاندانی منصوبہ بندی" کے حق میں قطعی رائے قائم کر چکے ہیں بلکہ اس کے پُرجوش اور زبردست مؤیدوں میں شامل ہیں۔ میں ابھی تک یہ فیصلہ نہیں کر سکا کہ یہ رسالہ ایسے اصحاب کی خدمت میں کامپلیمنٹس[لے] کے ساتھ بھجواؤں یا کہ اپالوجی[لے] کے ساتھ کیونکہ میرے اس مضمون میں بعض باتیں اُن کے حق میں ہیں اور بعض ان کے خلاف ہیں۔ ناظرین اس بارے میں خود فیصلہ فرمائیں۔

خاکسار

خادمِ ملت۔ مرزا بشیر احمد

ربوہ۔ ۳۰ / نومبر ۱۹۵۹ء

لے Apology   لے Compliments.

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

خاندانی منصوبہ بندی

(متفرق اور غیر مرتب نوٹ)

ذیل میں مضمون "خاندانی منصوبہ بندی" کے متعلق چند متفرق اور غیر مرتب نوٹ درج کئے جاتے ہیں جنہیں انشاء اللہ بعد میں مرتب کر کے اور پھیلا کر اور مدلل صورت دے کر مضمون کی شکل میں لکھا جائے گا اور یہ بھی ممکن ہے کہ مضمون لکھتے وقت مجھے اپنے بعض استدلالات کو بدلنا پڑے یا بعض تشریحات کو نئی صورت دینی پڑے اسلئے اگر کسی صاحب کو اِن نوٹوں کے متعلق کوئی مشورہ دینا ہو تو خاکسار کو مطلع فرمائیں مگر ضروری ہے کہ سارے نوٹوں کے پڑھنے کے بعد مجموعی صورت سامنے رکھ کر رائے قائم کی جائے اور درمیان میں رائے قائم کرنے میں جلدی نہ کی جائے۔

(۱) خاندانی منصوبہ بندی یا بالفاظِ دیگر **ضبطِ تولید** اور **عزل** کا سوال نہ صرف بہت پرانا ہے بلکہ دُنیا کے اکثر ممالک میں وقتاً فوقتاً اُٹھتا رہا ہے۔ چنانچہ آجکل یہ سوال پاکستان میں بھی اُٹھا ہوا ہے اور بعض اصحاب اس کی تائید میں اور بعض اس کے خلاف اظہار رائے فرما رہے

ہیں۔ اور گو ابھی تک حکومت کی طرف سے اِس معاملہ میں کسی تفصیلی سکیم کا اعلان نہیں کیا گیا لیکن اُمید کی جاتی ہے کہ اگر حکومت نے اِس بارے میں کوئی فیصلہ کُن قدم اُٹھایا بھی تو ایک اسلامی حکومت ہونے کی وجہ سے وہ **قرآن وحدیث** کے ارشادات کو بھی ضرور ملحوظ رکھے گی اور بہر حال اس کا فیصلہ کسی جبری سکیم کی صورت میں نہیں ہو گا۔ (اور غالباً ایسا ہونا ممکن بھی نہیں) بلکہ صرف ضروری اطلاعات مہیا کرنے اور تربیتی مراکز قائم کرنے اور بعض مخصوص قسم کے ہسپتال جاری کرنے تک محدود رہے گا۔

(۲) اِس سوال کی تہہ میں جو مختلف وقتوں میں اور مختلف مُلکوں میں اُٹھتا رہا ہے عموماً کئی قسم کے خیالات کارفرما رہے ہیں مثلاً:۔

(الف) مُلک میں بڑھتی ہوئی آبادی کے لئے **جگہ کی کمی**۔

(ب) مُلک میں **خوراک کی قلت**۔

(ج) مُلک میں بسنے والوں کی عمومی غربت اور ان کے **معیارِ زندگی** کو بلند کرنے کا احساس۔

(د) اولاد کی **بہتر پرورش** کرنے اور انہیں **اچھی تعلیم** دلانے کی ضرورت۔

(ھ) **عورتوں کی صحت** کو برقرار رکھنے کا احساس۔

(و) عورتوں کے **حسن وجمال** کو بصورت احسن قائم رکھنے کا خیال۔

(ز) عورتوں میں ملازمت اختیار کرنے اور **آزادانہ زندگی بسر** کرنے کا رجحان۔

(۳) اِن حالات کا علاج مختلف حالات میں عموماً بصورتِ ذیل کیا جاتا رہا ہے:۔

(الف) خاندانی منصوبہ بندی یعنی **"برتھ کنٹرول"** جس کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں۔

(ب) بڑی عمر میں نکاح کرنا۔

(ج) مُلکی دولت اور خصوصاً خوراک کی **پیداوار** بڑھا کر عوام کے معیارِ زندگی کو بلند کرنا۔

(د) قومی **صحت میں ترقی** کے حالات پیدا کرنا۔

(ھ) بڑھتی ہوئی آبادی کے لئے **مستعمرات** کی تلاش یعنی دوسرے ملکوں میں آبادی کے لئے جگہ بنانا۔

(و) مُلک کی اکانومی کو **صنعت وحرفت** کی طرف منتقل کرنا۔

(۴) برتھ کنٹرول کے لئے عموماً یہ طریقے استعمال کئے جاتے ہیں:۔

(الف) **عزل** یعنی انزال سے قبل بیوی سے علیحدہ ہو جانا جو پُرانا طریق تھا اور **عارضی برتھ کنٹرول** کا رنگ رکھتا ہے

(ب) بیوی کے ساتھ مجامعت کرنے میں کنٹرول اور اس کی تحدید اور روک تھام۔

(ج) بعض آلات کا استعمال جن سے وقتی طور پر حمل قرار پانے میں روک ہوجاتی ہے۔

(د) بعض مانع حمل ادویہ کا استعمال۔

(ھ) بعض عملِ جراحی کے طریقے۔

(و) حمل قرار پانے کے بعد حمل گرانے کی تدابیر۔

(۵) ان طریقوں میں سے:۔

(الف) بعض غیر یقینی ہیں یعنی باوجود احتیاط کے بعض اوقات حمل قرار پاجاتا ہے جیسا کہ عزل کا معروف اور دیرینہ طریق ہے۔

(ب) بعض جنسی تسکین میں روک بن جاتے ہیں۔

(ج) بعض صحت کے لئے مضر ہیں۔

(د) بعض مستقل طور پر مانع حمل ہیں اسلئے اگر بعد میں خاوند بیوی کو مزید اولاد کی خواہش پیدا ہو یا خدانخواستہ پہلی اولاد فوت ہوجائے یا صرف لڑکیاں ہی لڑکیاں ہوں اور والدین کو لڑکوں کی بھی آرزو پیدا ہوجائے تو ایسے طریقے ایک بھاری مصیبت اور بڑی حسرت کا موجب بن جاتے ہیں۔

(ھ) اور بعض ناجائز اور خلاف قانون ہیں (جیسا کہ حمل کا گرانا) سوائے اس کے کہ باقاعدہ ڈاکٹری مشورہ کے ماتحت اختیار کئے جائیں۔

(۶) اسلئے مستقل طور پر اولاد کا رستہ بند کرنا تو کسی طرح درست اور جائز نہیں اور قومی تباہی کا موجب ہے سوائے اس کے کہ انفرادی طور پر کسی عورت کی زندگی یا صحت کو بچانے کے لئے بصورت مجبوری ڈاکٹری ہدایت کے ماتحت یہ رستہ اختیار کیا جائے۔ قرآن مجید فرماتا ہے:۔

لَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ (سورہ بقرہ ۱۹۶)

"یعنی اے مسلمانو! اپنے ہاتھوں سے اپنی ہلاکت کا سامان نہ پیدا کرو۔"

(۷) اصولی طور پر مقدس بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے لئے اولاد کی کثرت کو پسند فرمایا ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۔

(الف) تَزَوَّجُوا الْوَلُوْدَ الْوَدُوْدَ فَاِنِّیْ مُکَاثِرٌ بِکُمُ الْاُمَمَ۔ (ابوداؤد و نسائی۔ کتاب النکاح)

"یعنی اے مسلمانو! تم ایسی بیویوں کے ساتھ شادی کیا کرو جو زیادہ اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہوں اور خاوندوں کے ساتھ محبت کرنے والی ہوں (تاکہ خاوندوں کو ان کی طرف رغبت اور

کشش پیدا ہو) کیونکہ میں دوسرے نبیوں کی اُمتوں کے مقابل پر قیامت کے دن اپنی اُمت کی کثرت پر فخر کروں گا۔"

اس حدیث کے الفاظ میں یہ لطیف اشارہ بھی ہے کہ اگر کسی وقت برتھ کنڑول کی جائز ضرورت پیش آجائے جس کی تشریح آگے آتی ہے تو وہ انفرادی مجبوری کی بنا پر ہونا چاہیئے نہ کہ قومی پیمانہ پر۔

(ب) اور قرآن مجید فرماتا ہے:۔

نِسَآءُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ص فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ وَقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ ط۔ (بقرہ آیت ۲۲۴)

"یعنی تمہاری بیویاں تمہاری کھیتیاں ہیں جن سے تمہاری نسل کی فصل پیدا ہوتی ہے پس اپنی کھیتیوں کے پاس جب اور جس طرح پسند کرو آؤ اور اپنے مستقبل کے لئے اچھے حالات پیدا کرو۔"

اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ بیویوں کے ساتھ مباشرت کرنے میں اس پہلو کو کبھی نظر انداز نہ کرو کہ انہی کے ذریعہ سے تمہاری نسل کا سلسلہ چلتا اور تمہارے مستقبل کی بنیاد قائم ہوتی ہے۔

(۸) مگر صحت کی غرض سے یا سفر کی حالت میں جبکہ بعض اوقات مشکلات کا سامنا ہو سکتا ہے عزل یعنی عارضی برتھ کنڑول کی اجازت بھی دی گئی ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

(الف) سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْعَزْلِ فَقَالَ مَا مِنْ کُلِّ الْمَاءِ یَکُوْنُ الْوَلَدُ۔ (صحیح مسلم)

"یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل یعنی وقتی برتھ کنڑول کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔ ہر نطفہ سے تو بچہ پیدا نہیں ہوا کرتا۔"

اس سے یہ مراد ہے کہ اگر کسی خاص ضرورت کے وقت عزل کر لو تو اس میں حرج نہیں۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے کہ عزل کا لفظ جو حدیث میں آتا ہے اس کے معنی وقتی اور عارضی برتھ کنڑول کے ہیں مستقل طور پر سلسلہ ولادت کو روکنے کے نہیں ہیں۔

(ب) اسی طرح ایک دوسری حدیث میں آپ فرماتے ہیں:۔

مَا عَلَیْکُمْ (اَوْ لَا عَلَیْکُمْ) اَنْ لَّا تَفْعَلُوْا مَا مِنْ نَسَمَۃٍ کَائِنَۃٍ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ اِلَّا ھِیَ کَائِنَۃٌ۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم)

"یعنی کیا حرج ہوگا اگر تم عزل یعنی برتھ کنڑول نہ کرو یا یہ کہ تمہیں عزل سے رُکنے کا حکم نہیں دیتا (کیونکہ یہ اولاد کو روکنے کا کوئی قطعی اور یقینی ذریعہ نہیں ہے) خدا جس وجود کو پیدا کرنا چاہے اُسے عزل کے باوجود پیدا کر سکتا ہے۔"

اِس حدیث سے حضرت ابن سیرینؒ اور علامہ قُرطبی اور اُمت کے بہت سے دوسرے اماموں نے استدلال کیا ہے کہ یہ الفاظ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ناپسندیدگی پر دلالت کرتے ہیں گو جیسا کہ الفاظ سے ظاہر ہے غالباً یہ ناپسندیدگی زیادہ سخت قسم کی نہیں ہے۔

(ج) پھر ایک اور حدیث میں آپ فرماتے ہیں:۔

قَالَتِ الْيَهُوْدُ اَلْعَزْلُ اَلْمَوْءُوْدَةُ الصُّغْرٰى فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَذَبَتِ الْيَهُوْدُ اِنَّ اللّٰهَ لَوْ اَرَادَ اَنْ يَّخْلُقَ شَيْئًا لَمْ يَسْتَطِعْ اَحَدٌ اَنْ يَّصْرِفَهٗ۔ (ابوداؤد و مسند احمد)

"یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ یہودی لوگ کہتے ہیں کہ عزل یعنی برتھ کنٹرول تو گویا مخفی رنگ میں ایسا ہے کہ ایک زندہ رہنے والے بچہ کو خود اپنے ہاتھ سے دفن کر دیا جائے آپ نے فرمایا یہود غلط کہتے ہیں (کیونکہ عزل ایک وقتی اور غیر یقینی سا طریقہ ہے اور) اگر خدا عزل کے باوجود کوئی بچہ پیدا کرنا چاہے تو کوئی شخص اُسے روک نہیں سکتا۔"

(د) مگر اس کے ساتھ ہی آپ نے یہ خطرہ بھی ظاہر فرمایا ہے کہ اگر عزل کے طریق کو کامیاب صورت حاصل ہو جائے تو وہ "قتلِ اولاد" کا رنگ

اختیار کر لیتا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

سَأَلُوْهُ عَنِ الْعَزْلِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذٰلِكَ الْوَأْدُ الْخَفِيُّ وَهِيَ اِذَا الْمَوْءُوْدَةُ سُئِلَتْ۔

(صحیح مسلم)

"یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عزل یعنی برتھ کنٹرول کے متعلق پوچھا گیا جس پر آپ نے فرمایا۔ یہ تو ایک مخفی قسم کا قتلِ اولاد ہے اور قرآن مجید فرماتا ہے کہ قیامت کے دن قتلِ اولاد کے متعلق پُرسش ہو گی۔"

(۹) الف۔ اُوپر کی دونوں حدیثیں بظاہر متضاد نظر آتی ہیں مگر حقیقۃً وہ متضاد نہیں کیونکہ جہاں آپ نے یہود کے خیال کی تکذیب فرمائی ہے وہاں جیسا کہ حدیث کی عبارت سے ظاہر ہے یہ مراد ہے کہ بعض اوقات عزل کے باوجود بچہ پیدا ہو جاتا ہے اور جہاں خود عزل کو "قتلِ اولاد" کے مترادف قرار دیا ہے وہاں یہ مراد ہے کہ اگر کوئی حمل قرار پانے والا ہو اور عزل کے نتیجہ میں وہ حمل رُک جائے تو یہ بھی ایک رنگ "قتلِ اولاد" کا ہو گا۔

(ب) دوسری تشریح ان حدیثوں کے ظاہری تضاد کو دُور کرنے کی یہ ہے کہ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ یہودی لوگ جھوٹ

کہتے ہیں کہ عزل ایک مخفی قسم کا قتلِ اولاد ہے وہاں یہ مراد ہے کہ جو خاص
ہستیاں دُنیا کی اصلاح اور ترقی کے لئے خدا تعالیٰ نے پیدا کرنا چاہتا ہے خواہ
وہ دین کے میدان میں ہوں یعنی انبیاء کرامؑ اور دوسرے رُوحانی مصلحین
جن کا وجود رُوحانیت کی بقا کے لئے ازبس ضروری ہے یا وہ دُنیا کے
میدان میں ہوں یعنی بڑے بڑے ڈاکٹر اور سائنسدان اور مصلح قسم کے سیاستدان
وغیرہ جن کا وجود نسلِ انسانی کی دُنیوی ترقی کے لئے خاص طور پر مفید ہے تو
خواہ عزل کا طریق ہو یا کچھ اور ہو خدا تعالیٰ اُن کے پیدا کرنے کا
کوئی نہ کوئی رستہ کھول دیتا ہے تاکہ دُنیا کی ترقی میں روک نہ پیدا ہو۔
دوسری طرف جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود عزل کو ایک "مخفی قسم کا
قتلِ اولاد" قرار دیا ہے وہاں عام لوگوں کی ولادت مراد ہے جس میں عزل
کے ذریعہ روک پیدا ہو جاتی ہے۔ گویا ایک حدیث میں **تقدیرِ خاص** کا
ذکر ہے اور دوسری میں **تقدیرِ عام** کا ذکر ہے۔ اور اس طرح حقیقۃً اِن دو
حدیثوں میں کوئی تضاد نہیں۔

(ج) یہ بات بھی نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ امام ابن حزم (جو
ایک بہت بلند پایہ امام ہیں) اور بعض دوسرے ائمہ نے ان حدیثوں میں
سے اُس حدیث کو ترجیح دی ہے اور اسے زیادہ صحیح قرار دیا ہے جس میں آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنی طرف سے فرمایا ہے کہ عزل کا طریق ایک مخفی قسم کے

"قتلِ اولاد" کا رنگ رکھتا ہے۔ (دیکھو نیل الاوطار ابواب العزل)

(۱۰) اسی لئے یہ روایت آتی ہے کہ:۔

قَدْ كَرِهَ الْعَزْلَ قَوْمٌ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ اَصْحَابِ
النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَغَيْرِهِمْ۔

(ترمذی کتاب النکاح)

"یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے **صحابہؓ** کی ایک جماعت اور
اسی طرح کئی دوسرے **علماءِ اسلام** نے عزل کو ناپسند کیا ہے۔"

(۱۱) مگر جائز اور حقیقی ضرورت کے وقت اس سے روکا بھی نہیں گیا چنانچہ
حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ:۔

كُنَّا نَعْزِلُ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَالْقُرْاٰنُ يَنْزِلُ۔ (بخاری و مسلم کتاب النکاح)

"یعنی ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض اوقات
عزل یعنی برتھ کنٹرول کا طریق اختیار کرتے تھے اور اس زمانہ میں قرآنی
شریعت نازل ہو رہی تھی۔" (مگر ہمیں اس سے قرآن میں روکا نہیں گیا)

(۱۲) لیکن بہرحال قرآن مجید غربت اور رزق کی تنگی کی بنا پر برتھ
کنٹرول کی اجازت نہیں دیتا۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔

(الف) لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ

نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ط اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْأً كَبِيْرًا ۝

(سورۃ بنی اسرائیل آیت ۳۲)

"یعنی اے مسلمانو! اپنی اولاد کو غربت اور تنگی کے ڈر سے
قتل نہ کیا کرو۔ تمہیں اور تمھاری اولاد کو رزق دینے والے ہم ہیں۔
اور یاد رکھو کہ اولاد کو قتل کرنا خدا کی نظر میں ایک بہت بڑی
خطا کاری ہے۔"

(ب) پھر فرماتا ہے:۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ
وَاِيَّاهُمْ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا
بَطَنَ۔ (سورۃ انعام آیت ۱۵۲)

"یعنی اپنی اولاد کو غربت اور رزق کی تنگی کی وجہ سے قتل
نہ کرو۔ تمہیں اور تمھاری اولاد کو رزق دینے والے ہم ہیں۔ اور
دیکھو اس ذریعے سے بے حیائی پیدا ہونے کا بھی خطرہ ہے اور
تمہیں بے حیائی کے قریب تک نہیں جانا چاہیئے خواہ کوئی بے حیائی
ظاہر میں نظر آنے والی ہو یا کہ پوشیدہ ہو۔"

اس لطیف آیت میں رزق کی تنگی والی دلیل کو رد کرنے کے علاوہ اس
گہری اور ڈرا دینے والی حقیقت کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ برتھ کنٹرول

کا طریق بعض صورتوں میں عیاشی اور بے حیائی کی طرف لے جاتا ہے اور
مسلمانوں کو اِس معاملہ میں بہت محتاط اور چوکس رہنا چاہیئے۔

(ج) نیز فرماتا ہے:۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ
وَّحَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ط

(سورۃ انعام آیت ۱۴۱)

"یعنی وہ لوگ یقیناً گھاٹے اور نقصان میں ہیں جو اپنی اولاد
کو صحیح علم رکھنے کے بغیر جہالت سے قتل کرتے ہیں اور اُس
نعمت (یعنی اولاد) کو اپنے اُوپر حرام کر لیتے ہیں جو خدا نے اُن
کے لئے مقدر کی ہے۔ یہ خدا کے نزدیک ایک جھوٹا طریق
ہے اور خدائی منشاء کے خلاف ہے۔"

(د) اسی طرح فرماتا ہے:۔

كَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ
شُرَكَآؤُهُمْ۔ (سورۃ انعام آیت ۱۳۸)

"یعنی جو لوگ مشرک ہیں اور خدا کی طاقتوں پر ایمان نہیں
لاتے اور اس کے مقابل پر خیالی بُت کھڑے کرتے رہتے
ہیں اُن میں سے بہت سے لوگوں کو اُن کے فرضی خدا اُن کی

اولادوں کا قتل کیا جانا اچھے رنگ میں ظاہر کر کے دکھلاتے
ہیں اور وہ اس کے حق میں دلیلیں گھڑ گھڑ کے خوش ہوتے ہیں۔"

(۱۳) اُوپر کی درج شدہ احادیث اور قرآنی آیات سے اِس شبہ کا بھی
ازالہ ہو جاتا ہے جو اِس موقعہ پر بعض لوگ کیا کرتے ہیں کہ کسی پیدا شدہ بچے
کو مارنے اور پیدا ہونے سے پہلے برتھ کنٹرول کے ذریعہ کسی بچہ کی
پیدائش کو روکنے میں فرق ہے کیونکہ پیدائش کو روکنا قتل نہیں کہلا سکتا۔ مگر یہ
شبہ درست نہیں کیونکہ قرآنی آیات اور احادیثِ رسولؐ نے اِن دونوں کو عملاً
ایک ہی چیز قرار دیا ہے۔ بیشک درجہ میں فرق ہے اور قانونِ تعزیرات کے
لحاظ سے بھی فرق ہے مگر عملاً اور نتائج کے لحاظ سے قومی طور پر وہ قریباً ایک
ہی چیز ہیں اسی لئے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے عزل کو اَلْوَأْدُ الْخَفِيُّ
(یعنی خفیہ رنگ میں زندہ درگور کرنا) قرار دیا ہے اور قرآن مجید نے اسے بعض
حالات میں بے حیائی کا موجب گردانا ہے حالانکہ بے حیائی کا امکانی تعلق صرف
برتھ کنٹرول والے مخفی قسم کے قتل کے ساتھ ہے ظاہری قتل کے ساتھ بے حیائی
کا کوئی تعلق نہیں کیونکہ ظاہری قتل ظلم ہے نہ کہ موجب بے حیائی۔ مگر باوجود اسکے
قرآن نے اِس قسم کے مخفی قتل کے متعلق بھی "قتل" کا لفظ استعمال کیا ہے جس سے ظاہر
ہے کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک ناجائز برتھ کنٹرول بھی ایک رنگ میں قتل کے
مفہوم میں داخل ہے۔ اور پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ نطفہ میں بھی جان ہوتی

ہے اور اسے دیدہ دانستہ ڈاکٹری ہدایت یا جائز شرعی ضرورت کے بغیر
ضائع کرنا بھی ایک رنگ کا قتل ہے۔ بیشک غیر اختیاری طور پر بیشمار نطفے
ضائع چلے جاتے ہیں مگر ہر عقلمند انسان سمجھ سکتا ہے کہ اختیاری اور غیر اختیاری
میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اور یہاں بحث دانستہ "قتلِ اولاد"
کی ہے نہ کہ غیر ارادی یا غیر اختیاری طور پر نطفے ضائع جانے کی۔ یہ نکتہ یاد رکھنے
کے قابل ہے کیونکہ بعض لوگ اِس فرق کو نہ سمجھنے کی وجہ سے دھوکا کھا جاتے ہیں۔

نوٹ:۔ اِس جگہ ضمناً یہ ذکر کر دینا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیوں
میں رومن کیتھولک فرقہ جو عیسائیوں کے دوسرے فرقوں کے مقابل پر
اکثریت میں ہے برتھ کنٹرول کے خلاف ہے اور اسے مذہبی رنگ میں
گناہ خیال کرتا ہے بلکہ ابھی حال ہی میں واشنگٹن کی ایک خبر چھپی ہے کہ:۔

"ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے رومن کیتھولک بشپوں نے متفقہ
طور پر فیصلہ کیا ہے کہ آبادی کے مسائل کو حل کرنے کے لئے مصنوعی
برتھ کنٹرول دُنیا کے واسطے اخلاقی۔ جذباتی۔ نفسیاتی اور سیاسی لحاظ
سے تباہ کن ہے۔" (ایوننگ سٹار کراچی مورخہ ۲۶ر نومبر ۱۹۵۹ء)

(۱۴) پھر اللہ تعالیٰ اپنے رازق ہونے کی صفت کے متعلق فرماتا ہے کہ ہم
چونکہ خالق ہیں اسلئے مخلوق کا رزق بھی ہمارے ذمہ ہے۔ چنانچہ قرآن مجید
فرماتا ہے:۔

(الف) مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَ
يَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَ مُسْتَوْدَعَهَا ط كُلٌّ فِيْ كِتَابٍ
مُّبِيْنٍ ۝ (سورۃ ہود آیت ۷)

"یعنی انسان تو انسان زمین پر کوئی رینگنے والا جانور بھی ایسا
نہیں جس کا رزق خدا کے ذمہ نہ ہو۔ وہی اس کی زندگی
کی قرارگاہ اور آخری انجام کو جانتا ہے اور ہر چیز اس کے
ازلی ابدی قانون میں محفوظ ہے۔"

خدائی رزق کی ایک عام مثال یہ ہے کہ بچہ ابھی پیدا بھی نہیں ہوتا اور
ماں کی چھاتیوں میں دودھ پہلے اُتر آتا ہے۔

(ب) اسی طرح فرماتا ہے :-

وَ كَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اَللّٰهُ
يَرْزُقُهَا وَ اِيَّاكُمْ ۔ (سورۃ عنکبوت آیت ۶۱)

"یعنی دنیا میں کتنے جانور ہیں جو اپنے رزق کو ذخیرہ کر کے
نہیں رکھ سکتے مگر اللہ اُن کو رزق دیتا ہے اور اے انسانو!
وہی آسمانی آقا تمہارے رزق کا سامان بھی مہیا کرتا ہے۔"

(۱۵) ان آیات سے یہ مراد نہیں کہ خدا انسانوں کے لئے آسمان سے
روٹی گراتا ہے کہ بیٹھے رہو اور کھاؤ۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ خدا نے نیچر میں ایسے

وسیع سامان اور ایسے کثیر التعداد ذرائع ودیعت کر رکھے ہیں کہ اگر لوگ
غور اور دانشمندی اور محنت سے کام لیں تو وہ یقیناً رزق کی تنگی سے بچ سکتے
ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اسی غرض سے سائنس کو انسان کی خدمت میں لگا رکھا ہے۔

(۱۶) چنانچہ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ
مِّائَةُ حَبَّةٍ ط وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ط

(سورۂ بقرہ آیت ۲۶۲)

"یعنی جو لوگ خدا کے رستہ میں خرچ کرتے ہیں انکی مثال ایسے
بیج کی سی ہے جو بوئے جانے پر سات بالیاں نکالتا ہے اور
ہر بالی میں ایک سو دانے ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ
چاہے تو ایک دانے کی پیداوار کو اس سے بھی بڑھا
سکتا ہے۔"

اس لطیف آیت میں خدا کے رستہ میں خرچ کرنے کی فضیلت
بیان کرنے کے علاوہ یہ بات بھی وضاحت کے ساتھ بیان کی گئی ہے
کہ اگر انسان کوشش اور سمجھ سے کام لے اور خدا کے پیدا کردہ
سامانوں سے پوری طرح فائدہ اُٹھائے تو ایک دانے سے سات سو

دا سنے تک پیدا ہو سکتے ہیں بلکہ خدا فرماتا ہے کہ اللہ قادر ہے کہ غلہ کی پیداوار کو اس سے بھی بڑھا دے۔ پس اگر مثلاً گندم کا بیج کسی جگہ فی ایکڑ بیس سیر ڈالا جاتا ہے تو خدائی قانون کے ماتحت اس سے امکانی حد تک ساڑھے تین سو من فی ایکڑ غلہ پیدا ہو سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں کم از کم خوراک کی کمی کا سوال ختم ہو جاتا ہے۔ بے شک اس وقت یہ ایک خیالی آئیڈیل سمجھا جائے گا۔ مگر آئیڈیلوں یعنی منتہائے نظریات کے ذریعہ ہی انسان ترقی کیا کرتا ہے۔ کاش دُنیا اس مخفی قسم کے "قتلِ اولاد" کی طرف مائل ہونے کی بجائے اُس آئیڈیل تک پہنچنے میں کامیاب ہو جائے جس کے لئے خدائی ارشاد کے مطابق نیچر کے غیر محدود خزانوں میں وسیع سامان موجود ہے۔ صرف مزید کوشش اور مزید ریسرچ اور مزید تگ و دو کی ضرورت ہے ورنہ قرآن نے تو رستہ دکھانے میں کمی نہیں کی۔

(۱۷) اُوپر والا قرآنی آئیڈیل تو شاید ابھی بہت دُور کی بات ہے۔ (گو مسلمانوں کے لئے بہر حال یہی آئیڈیل ہے) پاکستان

تو فی الحال اپنی زرعی پیداوار میں اکثر دوسرے ملکوں سے بھی بہت پیچھے ہے۔ حالانکہ کوئی وجہ نہیں کہ اپنی آنکھوں کے سامنے نمونہ موجود ہونے کے باوجود اور پھر اپنی زمین کی بنیادی زرخیزی کے باوجود پاکستان دوسرے ملکوں سے پیچھے رہے۔ موجودہ اعداد و شمار کے مطابق پاکستان اور بعض دوسرے ملکوں کی فی ایکڑ اوسط پیداوار کا موازنہ ذیل کے مختصر سے نقشہ سے ہو سکتا ہے :-

نام فصل	مغربی پاکستان	جرمنی	انگلستان	ڈنمارک	امریکہ	جاپان	حوالہ کتاب
گندم	۹ من سے ۱۰ من	۲۲½ من	۲۴ من	۳۱ من	—	..	پنجاب ایگریکلچر مصنفہ سر ولیم رابرٹس
چاول	۱۰ من	..	..	..	۲۷ من	۴۰ من	اکنامک پرابلمز مصنفہ ایس عنایت حسین
مکئی	۱۰ من	..	..	..	۲۱ من	..	پنجاب ایگریکلچر
گنّا	۳۲۵ سوا آٹھ من	..	..	..	۵۴۰ من	جاوا ۱۵۰۰ من	اکنامک پرابلمز

اِن اعداد و شمار سے ظاہر ہے کہ قرآنی آئیڈیل تو بہت دُور کی بات

ہے ابھی پاکستان کے لئے بعض دوسرے ممالک کے مقابل پر بھی بڑی ترقی کی گنجائش ہے۔ اور کوئی وجہ نہیں کہ اعلیٰ قلبہ رانی اور بہتر بیج اور پانی کی بہتر سپلائی اور کھاد کے بہتر انتظام سے وہ دوسرے مُلکوں سے پیچھے رہے خصوصاً جبکہ اس کی زمین مسلمہ طور پر زرخیز مانی گئی ہے اور خصوصاً جبکہ پنجاب کے زراعتی فارم کے بعض تجربات میں جو چھوٹے رقبوں میں کئے گئے ہیں گندم کی پیداوار ساڑھے چھپن (۵۶½) من فی ایکڑ تک پہنچی ہے۔ (پنجاب ایگریکلچر)

(۱۸) خوراک کے معاملہ میں یہ بات بھی نظر انداز نہیں کی جاسکتی کہ پاکستان اور خصوصاً مغربی پاکستان تو خدا کے فضل سے بنیادی طور پر خوراک کے معاملہ میں خود مکتفی ہے صرف ایک وقتی اور عارضی کمی آگئی ہے جو بنجر زمینوں کو آباد کرنے اور سیم اور تھور کا ازالہ کرنے اور نہروں کو درست کرانے اور ٹیوب ویل وغیرہ لگانے سے بآسانی دُور ہوسکتی ہے مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ دُنیا کے کئی ممالک بُنیادی طور پر کمی خوراک کے علاقے ہیں جن کے لئے اِس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ دوسرے مُلکوں سے اپنی خوراک خریدیں اور اپنی خام یا پختہ پیداوار

اُن کو دیں۔ تو جب تبادلۂ اجناس کا یہ نظام دُنیا میں وسیع طور پر قائم ہے اور کامیابی کے ساتھ چل رہا ہے تو پاکستان کو کیا فکر ہوسکتی ہے؟ البتہ اِس بات کی ضرورت ہے کہ اس کی اکانومیلہ میں مناسب حد تک صنعت کے عنصر کو بلند کیا جائے گو پھر بھی زرعی پیداوار کی طرف سے غفلت برتنا خطرناک ہوگا۔

دراصل مُلکی اکانومی دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک قدرتی اکانومی ہوتی ہے اور دوسری غیر قدرتی اکانومی ہوتی ہے جسے انگریزی میں فورسڈٹہ اکانومی کہہ سکتے ہیں۔ قدرتی اکانومی مُلک کے طبعی اور جغرافیائی حالات پر مبنی ہوتی ہے جو مُلک کی آب و ہوا۔ اس کے قابلِ کاشت رقبہ کی نوعیت اور وسعت۔ اُس میں پانی کی فراوانی یا کمی۔ اُس کی زرعی پیداوار۔ اُس کے معدنی خزائن۔ اُس کے پہاڑوں اور جنگلات کے کوائف۔ اُس کی آبادی کی روایات وغیرہ سے تعلق رکھتی ہے۔ اور غیر قدرتی اکانومی اس اکانومی کو کہتے ہیں جو خارجی حالات یا ماحول کے دباؤ وغیرہ کے نتیجہ میں گویا مجبوراً اختیار کی جاتی ہے۔ اِس سے

لہ Economy ٹہ Forced

ظاہر ہے کہ کسی مُلک کی اصل اکانومی قدرتی اکانومی ہی ہوتی ہے۔
اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ایک قسم کی اکانومی کو دوسری قسم کی
اکانومی میں تبدیل کرنا آسان نہیں ہوا کرتا اور نہ ہی ایسی تبدیلی
خطرات سے خالی ہوتی ہے۔ پاکستان کی قدرتی اکانومی زراعت
ہے اس لئے اسے تبدیل کرنے میں بڑی احتیاط کی ضرورت
ہے۔ گو حسبِ ضرورت مناسب حد تک تبدیلی میں کوئی حرج
نہیں۔

(۱۹) دُنیا کے وسیع منظر پر بھی غذا کا مسئلہ ماہرین کے
نزدیک کم از کم فی الحال چنداں قابلِ فکر نہیں۔ چنانچہ نیشنل
برتھ ریٹ کمیشن جو آبادی کے مسئلہ پر غور کرنے کے لئے مقرر
کیا گیا تھا اس کی رپورٹ میں صراحۃً مذکور تھا کہ:۔

"اس بات کی کوئی شہادت نہیں کہ دُنیا کی موجودہ
آبادی کی ضروریات کے لئے اس کے قدرتی خزائن
مکتفی نہیں ہیں۔ بلکہ اِس کے اُلٹ اِن قدرتی ذرائع اور
وسائل سے پُورا پُورا فائدہ اُٹھانے کے لئے دُنیا کی
موجودہ آبادی سے زیادہ آبادی کی ضرورت
ہے جس کا معیارِ زندگی بھی اونچا رکھا جاسکتا

ہے۔"

(انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا ایڈیشن ۱۴۔ جلد ۲ صفحہ ۷، ۲۲۶ کالم ۲)

ابھی حال ہی میں اخبار پاکستان ٹائمز میں اقوامِ متحدہ کے دفتر
کی یہ خبر چھپی ہے کہ:۔

"جنوبی امریکہ کے مُلک بولیویا[۱] کی تحریک پر اقوام
متحدہ کی ایک میٹنگ میں سیکرٹری جنرل کو اِس بات
کی ہدایت دی گئی ہے کہ وہ بولیویا کی اِس رپورٹ
پر تحقیق کرکے بتائیں کہ کیا دُنیا کے قابلِ کاشت رقبہ کا
نصف حصہ واقعی آبپاشی کی سہولت کی کمی کی وجہ سے
ابھی تک بغیر کاشت کے پڑا ہے؟ اور کیا اسے مناسب
آبپاشی کے ذریعہ زیرِ کاشت لایا جاسکتا ہے؟ تاکہ
دُنیا کی بڑھتی ہوئی آبادی کے مسئلہ کو حل کرنے میں
مدد حاصل ہو۔"

(پاکستان ٹائمز لاہور مورخہ ۲۲ ر نومبر ۱۹۵۹ء)

اِس رپورٹ میں خواہ بعد تحقیق کسی قدر غلطی ہی ثابت ہو مگر بہرحال

---

[۱] Bolivia.

یہ ایک خوشی کن بات ہے کہ انسانی دماغ اس حقیقت کی طرف
متوجہ ہو رہا ہے کہ دُنیا کے ذخائر کو ختم سمجھنا ہرگز عقل مندی
نہیں ہے - اور پھر لازماً جہاں اتنا بھاری رقبہ قابلِ کاشت
سمجھا گیا ہے وہاں اس کے ساتھ جگہ یعنی سپیس[له] کی کمی کا بھی
ایک وسیع حل نکل آتا ہے کیونکہ جہاں کاشت ہو گی وہاں لازماً
اس کے ساتھ جگہ بجگہ آبادی بھی ہو گی۔

درحقیقت اب وسائلِ رسل و رسائل کی وسعت اور مُلکوں کے
باہمی روابط کے نتیجہ میں دُنیا دراصل ایک مُلک کے حکم میں
آ چکی ہے اس لئے اس کے مسائل کو بھی اسی وسیع نقطۂ نظر
سے دیکھنا ضروری ہے - اگر ایک مُلک ایک چیز زیادہ پیدا
کرتا ہے تو دوسرا مُلک کوئی دوسری چیز زیادہ پیدا کرتا
ہے اور اس طرح باہم تبادلہ سے سب کا کام چلتا چلا جاتا
ہے - ورنہ حقیقۃً دُنیا کا کوئی مُلک بھی ایسا نہیں جو اپنی
ضرورت کی ہر چیز خود پوری مقدار میں پیدا کر رہا ہو۔

علاوہ ازیں ابھی تک دُنیا کی توجہ زیادہ تر خشکی کے

له Space.

غذائی ذخیروں کی طرف رہی ہے حالانکہ دریاؤں اور سمندروں
میں بھی بے حساب غذائی ذخیرے پائے جاتے ہیں اور نہ معلوم
آگے چل کر سائنس کن کن مخفی خزانوں کو ظاہر کرنے والی ہے۔ قرآن
فرماتا ہے:-

وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ؕ

"یعنی اے انسان تیرے رب کے پیدا کئے ہوئے
سامانوں کو اُس کے سوا کون جانتا ہے؟"

(٢٠) مگر باوجود اس کے قرآن مجید نے سارے حالات کو
دیکھتے ہوئے پیدائشِ نسل کے متعلق بعض قدرتی کنٹرول خود بھی قائم
کئے ہیں - چنانچہ فرماتا ہے:-

حَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ

(سورۃ احقاف آیت ١٦)

"یعنی بچّہ کے حمل میں رہنے اور دُودھ پینے کا
زمانہ تیس ٣٠ مہینے یعنی اڑھائی سال ہونا
چاہیئے۔"

اس آیت میں یہ اشارہ کیا گیا ہے کہ اگر کسی عورت کی سُو (یعنی
اس کے دو ٢ بچّوں کے درمیان کا وقفہ) کم ہو اور وہ جلد جلد بچّہ

جنتی ہو جیسا کہ بعض عورتیں ہر سال بچہ جنتی ہیں جس کے نتیجہ میں عورت کی صحت پر بھی اثر پڑتا ہے اور بچے بھی لازماً کمزور رہتے ہیں تو اِس صورت میں وقتی برتھ کنٹرول کے ذریعہ **دو بچوں کی ولادت کا درمیانی** عرصہ مناسب طور پر لمبا کیا جا سکتا ہے۔ اور اگر ایک بچے کے دُودھ چھڑانے کی مدت پوری ہونے کے بعد دوسرا حمل قرار پائے تو پھر یہ عرصہ اور بھی لمبا ہو کر تین سال تین ماہ کا بن جاتا ہے جو ماں اور بچہ دونو کی صحت کے لیے مناسب ہے۔

(۲۱) ایک اور جہت سے بھی اسلام نے اِس معاملہ میں ایک حکیمانہ کنٹرول قائم کیا ہے جو میاں بیوی کی صحتوں پر خراب اثر پڑنے کو روکتا ہے۔ وہ یہ کہ گو خاص حالات میں اسلام نے چھوٹی عمر کی شادی کی اجازت دی ہے مگر عام حالات میں اسے پسند نہیں کیا تاکہ نہ تو نسل کی صحت پر کوئی خراب اثر پڑے اور نہ بعد میں امکانی جھگڑے اُٹھ کر باہمی تعلقات میں تلخی پیدا کرنے کا موجب بنیں۔ چنانچہ اگر استثنائی حالات میں کسی جوڑے کی چھوٹی عمر میں شادی ہو جائے تو اسلام نے لڑکی کو اس کے بڑا ہونے پر خیارِ بلوغ کا حق دیا ہے۔ خود ہمارے رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی شادی بھی پچیس ۲۵ سال

کی عمر میں ہوئی تھی۔ البتہ اگر کوئی خاص خاندانی یا قومی فوائد متوقع ہوں تو استثنائی صورت میں چھوٹی عمر میں بھی شادی ہو سکتی ہے۔

(۲۲) یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ جیسا کہ اُوپر اشارہ کیا گیا ہے طبّی ضرورت کے علاوہ جس میں مرد و عورت کی زندگی اور صحت کا سوال ہوتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عزل یعنی عارضی برتھ کنٹرول کی استثنائی اجازت در اصل زیادہ تر سفر کی حالت میں یا **لونڈیوں** کے متعلق دی ہے جو اس زمانہ کے حالات کا ایک وقتی اور ناگزیر نتیجہ تھیں۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ:۔

(الف) عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍؓ قَالَ خَرَجْنَا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزْوَۃِ بَنِی الْمُصْطَلِقِ فَاَصَبْنَا سَبْیًا مِّنَ الْعَرَبِ فَاشْتَہَیْنَا النِّسَاءَ وَاشْتَدَّتْ عَلَیْنَا الْعُزْبَۃُ وَاَحْبَبْنَا الْعَزْلَ فَسَاَلْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَا عَلَیْکُمْ اَنْ لَّا تَفْعَلُوْا فَاِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ قَدْ کَتَبَ مَا ھُوَ خَالِقٌ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔ (بخاری ومسلم)

"یعنی حضرت ابوسعیدؓ روایت کرتے ہیں کہ جب ہم رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ بنی مصطلق کے سفر میں نکلے اور بعض غلام عورتیں ہمارے ہاتھ آئیں اور ہمیں اپنے گھروں سے دوری کی وجہ سے عورتوں کی طرف رغبت پیدا ہوئی مگر ہم یہ بھی نہیں چاہتے تھے کہ ہماری ان لونڈیوں کو حمل قرار پائے تو ہم نے اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں تمہیں حکم نہیں دیتا کہ ان حالات میں ضرور عزل سے رکو مگر جس بچہ کا پیدا ہونا مقدر ہو وہ تو پیدا ہو ہی جاتا ہے۔"

(ب) دوسری حدیث میں آتا ہے کہ:۔

عَنْ جَابِرٍؓ اَنَّ رَجُلًا اَتَی النَّبِيَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ لِیْ جَارِیَۃً ھِيَ خَادِمَتُنَا وَاَنَا اَطُوْفُ عَلَیْھَا وَاَکْرَہُ اَنْ تَحْمِلَ فَقَالَ اعْزِلْ عَنْھَا اِنْ شِئْتَ فَاِنَّہٗ سَیَأْتِیْھَا مَا قُدِّرَ لَھَا۔

(ابوداؤد و مسند احمد)

"یعنی حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ میری ایک لونڈی ہے جو ہماری خدمت کرتی ہے اور میں اس سے مباشرت کا تعلق رکھتا ہوں مگر میں پسند نہیں کرتا کہ اس سے بچہ پیدا ہو۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر تم ضروری خیال کرتے ہو تو اس سے عزل کر سکتے ہو مگر مقدر بچہ تو پیدا ہو کر ہی رہتا ہے۔"

رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اکثر اقوال جو عزل کے بارے میں ہیں وہ انہی تین حدبندیوں کے اندر چکر لگاتے ہیں۔ یعنی یا تو وہ سفر کی حالت سے تعلق رکھتے ہیں اور یا وہ لونڈیوں کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور یا وہ مرد و عورت کی زندگی کی حفاظت اور ان کی امکانی بیماری کے سدِّباب سے متعلق ہیں۔

نوٹ اوّل:۔ اس تعلق میں ہماری جماعت کو یاد ہوگا کہ ایک دفعہ جماعت کے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے جماعت کے بیرونی مبلغوں کو جو تبلیغ کے لئے دوسرے ممالک میں گئے ہوئے ہیں نصیحت کی تھی کہ وہ برتھ کنٹرول

کے ذریعہ اپنی اولاد کو محدود کر سکتے ہیں۔ یہ نصیحت اسی سفر والے اصول کے ماتحت کی گئی تھی تاکہ تبلیغ اسلام کے مقدس کام میں روک نہ پیدا ہو۔

نوٹ ثانی :۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ لونڈیوں کے ساتھ مباشرت اُس زمانہ کے حالات اور اُس وقت کے دشمنانِ اسلام کے رویہ کی وجہ سے ایک مشروط قسم کا نظام تھا جو صرف جنگی قیدیوں تک محدود تھا اور آئندہ کے لئے اسلام نے کسی آزاد انسان کو غلام بنانے کی قطعی ممانعت کر دی۔ دراصل لونڈیوں کا معاملہ اُس زمانہ میں ایک استثنائی قسم کی شادی کا رنگ رکھتا تھا جو حالات کی تبدیلی کے ساتھ ختم ہوگیا۔ اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہیئے کہ قرآن مجید کی بعض آیات نعوذ باللہ منسوخ ہوگئی ہیں بلکہ صرف یہ مراد ہے کہ چونکہ لونڈیوں کا معاملہ اُس زمانہ کے مخصوص حالات کی بناء پر تھا اس لئے اب حالات کے بدل جانے سے وہ معلّق ہوگیا ہے۔ اگر خدانخواستہ پھر کبھی اسی قسم کے حالات پیدا ہو جائیں تو قرآن مجید کی تعلیم بہر حال قائم و دائم ہے۔ (تفصیل کے لئے دیکھو خاکسار کی تصنیف "سیرت خاتم النبیین" حصہ دوم)

(۲۳) آزاد بیاہتا بیویوں کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شرط مقرر فرمائی ہے کہ اُن کی اجازت کے بغیر عزل کا طریق اختیار نہ کیا جائے۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ :۔

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يُّعْزَلَ عَنِ الْحُرَّةِ اِلَّا بِاِذْنِهَا۔

(مسند احمد و ابن ماجہ)

"یعنی حضرت عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ کسی آزاد بیاہتا بیوی کی اجازت کے بغیر اس کے ساتھ عزل کا طریق اختیار نہ کیا جائے۔"

اس کا یہ مطلب ہے کہ اگر عورت مزید اولاد کی خواہش رکھتی ہو اور صحت وغیرہ کے لحاظ سے اس کی طاقت محسوس کرتی ہو تو اس کے متعلق اس کی مرضی کے خلاف عزل کا طریق اختیار کرنا جائز نہیں۔

(۲۴) خوراک کی قلت کی بحث اُوپر گذر چکی ہے۔ اب رہا

ملک میں بڑھتی ہوئی آبادی کے لئے جگہ کی کمی کا سوال۔ سو یہ بھی غالباً پاکستان کے موجودہ حالات میں ایک خیالی خطرہ سے زیادہ نہیں۔ کیونکہ دُنیا کے بہت سے ممالک مغربی پاکستان کی نسبت بہت زیادہ گنجان آباد ہیں حتیٰ کہ ان کے مقابل پر مغربی پاکستان میں جگہ کی کمی کا سوال پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ذیل کا نقشہ جس میں فی مربع میل آبادی درج ہے اِس حقیقت کو مُوشگاف کرنے کے لئے کافی ہے:-

برطانیہ	بلجیم	جاپان	جرمنی	مغربی پاکستان	سندھ
۶۶۵	۶۵۴	۴۴۳	۳۵۲	۱۳۳	۹۴

(ایکونامک پرابلمز آف پاکستان مصنفہ ایس عنایت حسین صفحہ ۵۴،۵۵)

اِس نقشہ سے ظاہر ہے کہ کم از کم مغربی پاکستان اور خصوصاً سندھ میں رقبہ کے مقابل پر آبادی کا تناسب ابھی تک بہت کم ہے اور کافی توسیع کی گنجائش ہے۔ بے شک مشرقی پاکستان میں آبادی کا تناسب مغربی پاکستان کی نسبت بہت زیادہ ہے۔ (یعنی ۷۵۹ فی مربع میل) مگر یہ مسئلہ مشرقی پاکستان کی اکانومی کو چھوٹے رقبوں سے زیادہ پیداوار حاصل کرنے کے طریقۂ کاشت کو جسے انگریزی میں انٹنسو فارمنگ؎ کہتے ہیں اختیار کرنے سے حل کیا

؎ Intensive Farming.

جا سکتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ مشرقی پنجاب کے بعض علاقوں میں ارائیں قوم کے لوگ نصف ایکڑ رقبہ میں کافی بڑے بڑے خاندانوں کو پالتے تھے۔

اسی طرح مشرقی پاکستان کی اکانومی؎ کو صنعت و حرفت کی طرف مناسب حد تک جھکانے سے بھی سہولت پیدا کی جا سکتی ہے۔ میرا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مشرقی پاکستان میں زرعی اکانومی کو صنعتی اکانومی میں بدل دیا جائے۔ ایسا کرنا بہت پیچیدگی کا موجب ہوگا اور خدانخواستہ جنگ کی صورت میں خوراک کا سوال زیادہ نازک ہو جائے گا۔ بلکہ مطلب صرف یہ ہے کہ اس حصۂ ملک کی اکانومی کو مناسب حد تک صنعت و حرفت کی طرف جُھکا کر آبادی میں بہتر توازن کی صورت پیدا کی جا سکتی ہے۔ پھر یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مشرقی پاکستان میں آبادی کی زیادتی کے باوجود سارے پاکستان میں آبادی کا مخلوط اور مجموعی تناسب صرف ۱۹۴ فی مربع میل ہے۔ (ایس عنایت حسین مذکورہ صفحہ ۵۴) جو کئی مُلکوں کے مقابل پہ کافی کم ہے۔

؎ Economy

اور کم از کم فی الحال تشویش کی کوئی وجہ نہیں۔

(۲۵) اگر کسی وقت پاکستان میں جگہ کی کمی کا سوال پیدا ہو تو اس کا ایک جزوی قسم کا حل یہ بھی ہے کہ پاکستان کے بعض لوگ انفرادی طور پر پاکستان سے منتقل ہو کر ایسے دوسرے ملکوں میں چلے جائیں جہاں زائد لوگوں کی کھپت کی گنجائش ہو۔ یہ لوگ جہاں بھی جائیں گے لازماً ان کے دلوں میں پاکستان کی محبت اور ہمدردی جاگزین رہے گی۔ اس قسم کی انفرادی ہجرت میں نہ صرف پڑھے لکھے تاجر اور صناع اور پیشہ ور اور کلرک ٹائپ کے لوگ حصہ لے سکتے ہیں بلکہ مزدور طبقہ کے لئے بھی اس کی کافی گنجائش موجود ہے۔ یہودی قوم نے اس تدبیر سے بہت فائدہ اُٹھایا ہے۔ اور اکثر مُلکوں میں اپنا ایک مخصوص مقام پیدا کر لیا ہے۔ یقیناً اپنے ہاتھ سے اپنی نسل کے ایک حصہ کو برتھ کنٹرول کے ذریعہ ضائع کرنے سے یہ بات بہت بہتر ہے کہ پاکستان کی زائد آبادی (اگر اور جب بھی اس کا وجود پیدا ہو) فرداً فرداً اور آہستہ آہستہ بعض دوسرے ممالک میں پہنچ کر آباد ہو جائے۔ یقیناً وہ باہر جا کر اسلامی تعلیم کے ماتحت اُن ملکوں کی حکومتوں کی وفادار رہے گی۔ مگر ساتھ ساتھ اُن ملکوں میں پاکستان سے ہمدردی رکھنے والا

ایک طبقہ بھی پیدا ہو جائے گا۔ قرآن مجید نے بھی اس حل کی طرف ایک آیت میں ضمنی طور پر لطیف اشارہ فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے :-

مَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ؕ (سورۂ نساء آیت ۱۰۱)

"یعنی جو شخص کسی مجبوری سے خدا کی خاطر اپنا وطن بدلتا ہے وہ زمین میں بہت کامیابی اور بڑی وسعت کا سامان پائے گا۔"

اور دوسری جگہ فرماتا ہے :-

اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ۔ (سورۂ زمر آیت ۱۱)

"یعنی اللہ کی زمین وسیع ہے۔" اس کی تنگی کے خیال سے نہ گھبراؤ۔

(۲۶) ماہرین آبادی کا یہ بھی خیال ہے کہ کسی مُلک میں آبادی کا اتنا گر جانا کہ اوسطاً فی گھر بچوں کی تعداد چار بچوں سے کم ہو جائے خطرناک ہوتا ہے اور مُلک و قوم کے انحطاط کا باعث بن جاتا ہے۔ چنانچہ بعض ماہرین نے لکھا ہے کہ :-

"کسی قوم یا مُلک میں آبادی کے صحیح تناسب کو قائم

رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ایک فیملی میں بچوں کی تعداد
چار سے کم نہ ہو۔ بچے پیدا کرنے کے قابل ہوتے ہوئے
صرف تین بچے پیدا کرنا اپنی بقا کے لئے ضروری آبادی
کا صرف تین چوتھائی حصہ مہیا کرنا ہے۔"

(انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا ایڈیشن ۱۴ جلد ۳ صفحہ ۶۲۸ کالم نمبر ۲)

اس حوالہ سے ثابت ہے کہ ایک فیملی یعنی ایک ماں باپ
کے ہاں بچوں کی تعداد چار سے کم نہیں ہونی چاہیئے (خیال رہے
کہ یہاں یہ نہیں کہا گیا کہ بچوں کی تعداد چار سے زیادہ نہ ہو بلکہ یہ
کہا گیا ہے کہ چار سے کم نہ ہو) اور چونکہ یہ رائے ملکی اوسط کے
اصول پر مبنی ہے اور ملک میں بہت سے والدین اولاد سے بالکل
ہی محروم رہتے ہیں اور بعض کے صرف ایک دو بچے ہوتے ہیں اور
بعض لوگ شادی ہی نہیں کرتے۔ (گو یہ بات اسلامی تعلیم
کے خلاف ہے) اس لئے اگر بعض گھروں میں بچوں کی تعداد زیادہ
بھی ہو جائے تو ہرگز کسی قومی خطرے یا نقصان کی صورت پیدا
نہیں ہو سکتی۔ اب بھی یہ بات غالباً پورے وثوق سے کہی جا سکتی
ہے کہ اگر اس وقت پاکستان کے سارے خاندانوں کے بچوں
کی اوسط فی گھر کے حساب سے نکالی جائے تو وہ یقیناً بحیثیت مجموعی

فی گھر چار بچوں سے کم ہی رہے گی۔ اندریں حالات خطرہ تو درکنار
شاید موجودہ حالات میں کمی کی صورت ہی ظاہر ہوگی۔

اس جگہ یہ ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا کہ چار بچوں کی
اقل تعداد تو درکنار بعض ملکوں میں اس سے بہت زیادہ تعداد
پسند کی جاتی ہے۔ چنانچہ فلسطین کی اسرائیلی حکومت نے
ایسی عورتوں کے لئے معقول انعام مقرر کئے ہوئے ہیں جو دس
بچے پیدا کریں اور یہ بچے زندہ موجود ہوں۔ (رپورٹ مولانا محمد شریف
سابق مبلغ اسلام فلسطین)

(۲۷) لیکن چونکہ بعض صورتوں میں زیادہ بچے مالی لحاظ سے
واقعی بوجھ کا موجب ہو سکتے ہیں۔ اس لئے اگر باوجود ساری باتوں
کے کوئی شخص زیادہ کنبہ دار ہونے کی وجہ سے اپنی پوری کوشش
کے باوجود اپنی جائز اور اقل ضروریات اپنی آمدن کے اندر
پوری نہ کر سکے تو اس کے متعلق اسلام یہ حکم دیتا ہے کہ ایسے
لوگوں کی اقل ضروریات جو کھانے پینے اور کپڑے اور مکان
سے تعلق رکھتی ہیں اُن کے پورا کرنے کی ذمہ واری حکومت پر ہے۔
چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے زمانہ
میں ایسا ہی ہوتا تھا اور اسی اصول کے مطابق قرآن مجید فرماتا

ہے کہ :-

اِنَّ لَکَ اَلَّا تَجُوْعَ فِیْھَا وَلَا تَعْرٰی ۰ وَاَنَّکَ لَا تَظْمَؤُا فِیْھَا وَلَا تَضْحٰی ۰

(سورۃ طٰہٰ آیت ۱۱۹--۱۲۰)

"یعنی حقیقی بہشتی زندگی دُنیا میں یہ ہے کہ اے انسان تو بھوکا نہ رہے اور نہ ہی ضروری لباس سے محروم ہو۔ اور نہ ہی سردی میں ٹھٹھرے اور نہ ہی پیاس کی تکلیف اٹھائے اور نہ ہی دھوپ کی شدّت میں جلے۔"

(تفصیل کے لئے دیکھو خاکسار کی تصنیف "سیرت خاتم النبیین" حصہ سوم)

چنانچہ مغربی دُنیا کے اکثر ترقی یافتہ ملک اِس ذمہ داری کو اٹھاتے ہیں اور اسلام میں زکوٰۃ کا نظام بھی اسی غرض سے مقرر کیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :-

تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِیَائِھِمْ وَتُرَدُّ اِلٰی فُقَرَائِھِمْ۔

(بخاری کتاب الزکوٰۃ)

"یعنی زکوٰۃ اس لئے مقرر کی گئی ہے کہ امیروں سے اُن کی دولت کا کچھ حصّہ کاٹ کر غریبوں کی طرف لوٹایا جائے۔"

اس حدیث میں "لوٹایا جائے" کے الفاظ میں یہ لطیف اشارہ مقصود ہے کہ یہ امداد غریبوں پر احسان نہیں ہے بلکہ غریبوں کا حق ہے جو انہیں بہرحال ملنا چاہیئے۔

(۲۸) برتھ کنٹرول کے سوال کے ضمن میں عورتوں کی صحت اور ان کے لئے مناسب طبّی امداد کا سوال بھی آتا ہے۔ اسی طرح غریب ماں باپ کے بچّوں کی تعلیم کا سوال بھی پیدا ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کثیر التعداد عورتیں اپنی زندگیوں کو خطرہ سے بچانے اور اپنے بچّوں کو خاطر خواہ تعلیم دلانے کے لئے برتھ کنٹرول کا راستہ اختیار کرنے پر مجبور ہیں۔ بادی النظر میں یہ سوال یقیناً قابلِ غور معلوم ہوتا ہے مگر جیسا کہ اُوپر بیان کیا گیا ہے جہاں تک کسی خاص فرد کی زندگی کو بچانے کا سوال ہے برتھ کنٹرول تو کجا ڈاکٹری ہدایت کے ماتحت حمل تک گرانے کی اجازت ہے۔ لیکن اگر سوچا جائے تو عام حالات میں یعنی وسیع مُلکی پیمانہ پر اس کا حقیقی علاج برتھ کنٹرول نہیں ہے بلکہ طبّی امداد کی زیادہ سہولتیں مہیا کرنا اور عامۃ الناس اور خصوصاً غریبوں کے مُفت علاج کا انتظام کرنا (جیسا کہ برطانیہ میں ہے) اور دوائیوں کی قیمتوں کو گرانا اصل علاج ہے۔ اسی طرح نادار والدین کے ذہین اور ہونہار بچّوں کے لئے ابتداء سے ہی

زیادہ فراخ دلی اور زیادہ کثرت کے ساتھ تعلیمی وظائف منظور
کرنے اور فنی تعلیم سے مناسبت رکھنے والے طلباء کو فنی تعلیم دلانے
اور سائنس کے علوم کو ترقی دینے سے بھی ملکی آبادی کے مسائل کے حل
میں بھاری مدد مل سکتی ہے۔ قرآن مجید نے غریبوں اور یتیموں کی
امداد کے لئے غیر معمولی طور پر تاکیدی احکام اسی غرض سے جاری کئے
ہیں۔ اور جاننا چاہیئے کہ سائنس کی تعلیم دین کے خلاف نہیں ہے بلکہ
جس طرح شریعت خدا کا قول ہے اسی طرح سائنس خدا کا فعل ہے
اور دونوں میں کوئی تضاد ممکن نہیں اور اگر کسی حصہ میں تضاد نظر آتا
ہے تو وہ یقیناً ہماری اپنی سمجھ کی غلطی ہے۔

(۲۹) علاوہ ازیں برتھ کنٹرول کا طریقہ اس لحاظ سے
بھی اعتراض کے نیچے آتا ہے کہ وہ ایک ایسی شاخ تراشی یعنی
پروننگ[ط] کا رنگ رکھتا ہے جس میں شاخ کاٹنے والا بلا لحاظ
اچھی یا بُری اور بلا لحاظ تندرست یا بیمار شاخ کے یونہی اندھا دھند
شاخیں کاٹتا چلا جاتا ہے۔ تجربہ اور مشاہدہ سے یہ بات قطعی طور
پر ثابت ہے کہ مختلف انسانوں کے جسمانی اور دماغی قوٰے میں
پیدائشی طور پر فرق ہوا کرتا ہے یعنی بعض اوقات ایک ماں باپ
کا بچہ کُند ذہن اور ادنیٰ دماغی طاقتوں والا نکلتا ہے اور دوسرے

ط Pruning.

ماں باپ کا بچہ بلکہ بعض اوقات اپنی ماں باپ کا دوسرا بچہ
ایسے اعلیٰ قوٰے لے کر پیدا ہوتا ہے کہ گویا گھر میں ایک سورج
چڑھ آیا ہے۔ ایک بچہ رینگنے کی بھی طاقت نہیں رکھتا اور دوسرا
بچہ فضا کی پرواز میں شاہین اور عقاب کو مات کرتا ہے۔ لیکن
برتھ کنٹرول کی اندھی چھری کو ان دونوں قسم کے بچوں میں امتیاز
کرنے کی کوئی صلاحیت حاصل نہیں ہوتی۔ بالکل ممکن ہے کہ برتھ
کنٹرول کی چھری ایک اعلیٰ دماغی طاقتوں والے آفتابی بچے
کو قبل پیدائش ہی ذبح کر کے رکھ دے اور ایک کُند ذہن
بچے بلکہ ایک نیم مجنون شاہ دولے کے چوہے کی پیدائش کا
رستہ کھول دے۔ اس کے مقابل پر جو قانون خدا نے نیچر
میں جاری فرمایا ہے جسے انگریزی میں سروائیول[ط] آف دی فٹسٹ
کہتے ہیں۔ وہ ایک بینا اور عاقل سرجن کا رنگ رکھتا ہے
جو صرف کمزور شاخ کو کاٹتا اور بڑھنے والی اور پھل دینے والی
شاخوں کے پنپنے کا رستہ کھولتا ہے۔ اس لئے وہی اس بات
کا حق دار ہے کہ اسے اختیار کیا جائے۔ قرآن مجید نے بھی اس

ط Survival of the fittest

اصول کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے:۔

فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ط (سورۃ رعد آیت ۱۸)

"یعنی خدا کا یہ قانون ہے کہ سطحی قسم کی ناکارہ جھاگ تو جلد بیٹھ کر ختم ہو جاتی ہے مگر جو چیز لوگوں کو نفع پہنچانے والی ہو وہ قائم رہتی ہے۔"

مگر افسوس ہے کہ آجکل اکثر لوگ خدا کے بنائے قانون کو چھوڑ کر اپنے اندھے قانون کے ذریعے کتنے چمکنے والے آفتابی بچوں کے جان لیوا ثابت ہو رہے ہیں۔ بے شک جیسا کہ میں اوپر کہہ چکا ہوں انبیاء کی پیدائش خدا کی خاص تقدیر یعنی سپیشل ڈکری[1] کے ماتحت ہوا کرتی ہے مگر میں بعض اوقات عمومی رنگ میں سوچا کرتا ہوں کہ اگر نبیوں کی پیدائش بھی عام قانون کے ماتحت ہوا کرتی تو شاید برتھ کنٹرول کی اندھی چھری کی وجہ سے بعض نبی بھی اس کا شکار ہو جاتے اور اس صورت میں دنیا کتنے عظیم الشان روحانی خزائن سے محروم ہو جاتی! مگر ہمیں اتنی دور جانے کی ضرورت نہیں

---

[1] Special Decree.

اگر بالفرض بانئے پاکستان یعنی قائد اعظم کا قیمتی وجود ہی برتھ کنٹرول کا شکار ہو جاتا تو پاکستان کہاں ہوتا؟ یا اگر امریکہ میں جارج واشنگٹن اور ابراہام لنکن برتھ کنٹرول کی بھینٹ چڑھ جاتے تو بظاہر صورت ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا کیا حشر ہوتا؟ سوچو اور غور کرو!

(۳۰) شاید اس جگہ کسی شخص کے دل میں یہ شبہ گزرے کہ بے شک برتھ کنٹرول ایک اندھی چھری ہے مگر جس طرح اس کے ذریعہ بعض اعلےٰ قویٰ رکھنے والی اور اصلاحی روحوں کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہے اسی طرح اس کی وجہ سے بعض بری اور فسادی روحوں کے کٹ جانے کا بھی امکان ہے اور اس طرح دو نو طرف کے امکان سے یہ معاملہ گویا سمویا جاتا ہے اور کسی خاص خطرے کی صورت پیدا نہیں ہوتی۔ لیکن اگر غور کیا جائے تو یہ دلیل سراسر کوتہ بینی اور انسانی فطرت کے غلط مطالعہ پر مبنی ہے۔ کیونکہ اصل اور فطری چیز نیکی ہے جسے مثبت نوعیت حاصل ہے اور بدی صرف غیر فطری اور منفی قسم کی چیز ہے۔ اس لئے بہر حال نیکی کے پہلو کو ترجیح حاصل رہے گی۔ غالباً کوئی عقلمند انسان ایسا نہیں مل سکتا جو اس خیال پر تسلی پا سکے کہ بے شک دنیا میں اعلےٰ قویٰ کے

نیک اور مُصلح لوگ نہ پیدا ہوں مگر بہر حال بُرے لوگوں کی
پیدائیش کا رستہ بند ہونا چاہیئے ۔ روشنی اندھیرے کو دُور
کیا کرتی ہے اندھیرا روشنی کو دُور نہیں کرتا ۔ اسی لئے اسلام
نے بدی کے استیصال کی نسبت نیکی کے قیام پر زیادہ زور
دیا ہے ۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے :۔

اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ
ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ۝ (سورۂ ہود آیت ۱۱۵)

"یعنی نیکیوں کو یہ طاقت حاصل ہے کہ وہ بدیوں
کو بہا کر لے جاتی ہیں ۔ یہ بات یاد رکھنے والوں
کے لئے یاد رکھنے کے قابل ہے ۔"

(۳۱) پھر اگر غور کیا جائے تو برتھ کنٹرول یعنی ضبطِ تولید
کے معنی در اصل یہ بنتے ہیں کہ وہ لوگ جو اس وقت دُنیا میں
پیدا ہو کر زندگی گزار رہے ہیں وہ تو زندگی کے مزے لُوٹیں
اور جو نسل ابھی پیدا نہیں ہوئی اس کے پیدا ہونے سے پہلے
ہی اس کا گلا گھونٹ دیا جائے ۔ یہ تو وہی بات ہوئی جو بعض
ریل میں بیٹھنے والے کم ظرف مسافر کیا کرتے ہیں کہ جب وہ آرام
سے کسی ڈبہ میں گھُس کر اپنی سیٹوں پر قابض ہو جاتے ہیں تو پھر

اندر سے دروازہ بند کر کے باہر سے داخل ہونے والوں کے لئے
رستہ سر بمہر یعنی سِیل کر دیتے ہیں گویا کہ ریل صرف انہی کیلئے
بنی ہے اور بعد میں آنے والے اس کے حق دار نہیں ۔

(۳۲) پھر جیسا کہ قرآن شریف کی سورۂ انعام آیت ۱۵۲ میں
اشارہ کیا گیا ہے ضبطِ تولید اور برتھ کنٹرول کے ذریعہ بے اصول
لوگوں کے لئے (نہ کہ نعوذ باللہ سب کے لئے) عیّاشی اور بے حیائی
کا رستہ بھی کھلتا ہے ۔ ظاہر ہے کہ جنسی آزادی اور بے راہ روی
کے رستہ میں سب سے بڑی روک بدنامی کا ڈر ہؤا کرتی ہے یعنی
اس لغزش میں مبتلا ہونے والوں میں یہ طبعی ڈر اور خوف ہوتا ہے کہ
اگر ہمارا راز فاش ہو گیا تو سوسائٹی میں ہماری ناک کٹ جائے گی ۔
لیکن برتھ کنٹرول کے ذرائع کے عام ہونے اور اس بارے میں
سہولتیں مہیا ہونے کے نتیجہ میں یہ ڈر لازماً جاتا رہتا ہے یا بہت کم
ہو جاتا ہے اور اس صورت میں بے اصول اور غیر شریف لوگوں کو گویا ایک
کھُلی رسّی مل جاتی ہے کہ ہم جہاں چاہیں مُنہ کالا کرتے پھریں پھر بھی ہم
محفوظ رہیں گے اور اس صورتِ حال کا نتیجہ ظاہر ہے بعض مغربی ممالک

Seal. ط

میں زنا اور عیاشی اور بے حیائی اور ناجائز ولادت کے پھیلنے کا
زیادہ تر یہی سبب بنا ہے۔ اسی لئے قرآن مجید نے کمال حکمت
سے فرمایا ہے کہ :۔

لَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ
وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا
وَمَا بَطَنَ ۔ (سورۃ انعام آیت ۱۵۲)

"یعنی اپنی اولاد کو غربت اور رزق کی تنگی کی وجہ
سے قتل نہ کرو۔ تمہیں اور تمہاری اولادوں کو رزق دینے
والے ہم ہیں۔ اور دیکھو اس ذریعہ سے بے حیائی پیدا
ہونے کا بھی خطرہ ہے اور تمہیں بے حیائی کے قریب تک
نہیں جانا چاہیئے خواہ کوئی بے حیائی ظاہر میں نظر آنے
والی ہو یا کہ پوشیدہ ہو۔"

(۳۳) پھر برتھ کنٹرول اور ضبطِ تولید کے نقصانات کے متعلق
ماہرین کی یہ بھی رائے ہے کہ :۔

"بعض صورتوں میں برتھ کنٹرول کے نتائج خطرناک نکلتے
ہیں سکونِ قلب جاتا رہتا ہے نفسیاتی ہیجان پیدا ہو جاتا
ہے۔ اعصابی بے چینی رہنے لگتی ہے۔ نیند اُڑ جاتی ہے۔

انسان مراق اور ہسٹیریا کا شکار رہنے لگتا ہے۔
دماغی توازن اُکھڑ جاتا ہے۔ عورتیں بانجھ ہو جاتی
ہیں اور مردوں کی قوتِ مردمی زائل ہو جاتی ہے۔"

("فیملی پلیننگ" مصنفہ ڈاکٹر ستیاوتی کے صفحات
۶۰، ۷۷، ۷۰، ۸۰ کے متفرق نوٹوں میں نیز پاکستان ٹائمز
مورخہ ۱۲ ستمبر ۱۹۵۹ء ص ۳)

پھر انسائیکلوپیڈیا برٹینیکا میں برتھ کنٹرول والے نوٹ کے
آخر میں لکھا ہے کہ :۔

"اولاد محض خواہش کے نتیجہ میں نہیں مل جایا کرتی
(بلکہ اس کے لئے نیچر میں بعض قوانین اور حد بندیاں
مقرر ہیں) کئی خاوند بیوی ایسے دیکھے گئے ہیں جنہوں
نے اپنی متاہل زندگی کے شروع میں برتھ کنٹرول
پر عمل کیا مگر پھر بعد میں اولاد کی خواہش اور
کوشش کے باوجود آخر عمر تک بے اولاد
رہے اور اولاد پیدا کرنے کی صلاحیت

کھو بیٹھے۔"

(انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا ایڈیشن ۱۴ جلد ۳۔ زیر آرٹیکل
برتھ کنٹرول)

(۳۴) عورتوں میں برتھ کنٹرول کی خواہش زیادہ تر اپنے حسن وجمال کو برقرار رکھنے اور اسے ترقی دینے کے خیال سے ہوا کرتی ہے اور یا اس کی تہہ میں بے فکری اور آزادی کی زندگی گزارنے کا جذبہ کارفرما ہوتا ہے۔ اسی لئے برتھ کنٹرول اور اس کا چرچا زیادہ تر متموّل طبقہ میں پایا جاتا ہے گو آج غرباء کے طبقہ کی لی جاتی ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ اگر ایک طرف پاکستانی عورتوں کو برتھ کنٹرول کے امکانی نقصانات کا احساس پیدا کرایا جائے اور دوسری طرف اُن کے دلوں میں گھریلو زندگی کی اہم ذمہ داریوں کا جذبہ اُبھارا کیا جائے تو پاکستان کی باشعور خواتین سے بعید نہیں کہ وہ چوکس ہو کر اپنے خیالات میں کسی قدر تبدیلی کرنے کے لئے تیار ہو جائیں گی۔ صحت بے شک ایک ضروری چیز ہے اور اگر زندگی کو خطرہ ہو تو برتھ کنٹرول تو کیا ڈاکٹری ہدایت کے ماتحت حمل بھی گرایا جا سکتا ہے لیکن یونہی ظاہری اور

عارضی ٹیپ ٹاپ کے خیال کی بنا پر مسلمان عورتوں کے لئے اپنی نسل کو ضائع کرنا ہرگز دانشمندی کا طریق نہیں۔ کون کہہ سکتا ہے کہ جو بچہ برتھ کنٹرول کے ذریعہ ضائع کیا جا رہا ہے وہ کس شان کا نکلنے والا ہے؟ یا اگر خدانخواستہ موجودہ اولاد فوت ہو جائے تو کون جانتا ہے کہ اس کے بعد اولاد کا سلسلہ بند ہو جانے کی صورت میں کتنی حسرت کا سامنا کرنا پڑیگا!

(۳۵) پھر ملکوں اور قوموں کے حالات میں اُتار چڑھاؤ بھی ہوتا رہتا ہے۔ آج اگر کسی وجہ سے کسی ملک میں آبادی کی کثرت محسوس کی جارہی ہے تو کل کو ایسے حالات پیدا ہو سکتے ہیں کہ اسی مُلک میں زیادہ آبادی کی ضرورت محسوس ہونے لگے اور آبادی کی کمی وبالِ جان بن جائے۔ جرمنی میں برتھ کنٹرول کے ذریعہ آبادی کو گرایا گیا مگر بہت جلد ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ نازی حکومت کو آبادی بڑھانے کی غرض سے جرمن نوجوانوں کو شادیوں کی تحریک کرنے کے لئے انعام دینے پڑے اور زیادہ بچے پیدا کرنے کی غرض سے جرمن عورتوں کی بھی غیر معمولی ہمت افزائی کی گئی۔

پھر ہٹلر کا یہ قول تو اس کی اپنی کتاب میں شائع شدہ

ہے کہ:۔

"ایسی پالیسی جس کی بناء پر کسی قوم کی زندگی کو
برتھ کنٹرول کے ذریعہ محفوظ کرنے کا طریق اختیار
کیا جائے اُس قوم کے مستقبل کو تباہ کرنے کے
مترادف ہے۔" (مائن کامپف صفحہ ۱۲۲)

اسی طرح فرانس کے مارشل پیتان کا مشہور قول ہے کہ فرانس
کو جرمنی کے مقابل پر جنگ میں زیادہ تر اس لئے مغلوب ہونا
پڑا کہ فرانس میں نوجوانوں کی تعداد (برتھ کنٹرول کی وجہ سے)
بہت گر گئی تھی۔ غالباً اُن کے الفاظ یہ تھے کہ "ٹو فیو چلڈرن"[۱]۔
یعنی فرانس میں مُلکی ضرورت سے کم نوجوان رہ گئے تھے۔

علاوہ ازیں آج ہی اخباروں میں کینیڈا کی رُکن پارلیمنٹ
مارگرٹ اٹیکن کا بیان چھپا ہے جو اس خاتون نے
عوامی چین کے دورہ کے بعد دیا ہے۔ اس بیان میں مارگرٹ
اٹیکن فرماتی ہیں کہ:۔

"سُرخ چین میں ضبطِ تولید کو اچھا نہیں سمجھا جاتا۔

---

[۱] "Too Few Children"
(The Civil & Military Gazette,
Lahore. June, 21st, 1940.)

بلکہ اس کی مخالفت کی جاتی ہے۔ چین میں کمیونسٹوں
کے برسرِاقتدار آنے کے بعد مُلک میں خاندانی
منصوبہ بندی کے مراکز قائم کئے گئے تھے۔
لیکن اب ان کو بند کر دیا گیا ہے۔" حالانکہ چین
دُنیا بھر کے مُلکوں میں سب سے زیادہ آباد
مُلک ہے۔

(نوائے وقت تاریخ ۴ر نومبر ۱۹۵۹ء)

اور چین پر ہی منحصر نہیں عملاً سارے اشتراکی ملک برتھ کنٹرول
کے خلاف ہیں بلکہ فرانس کی طرح بعض غیر اشتراکی ممالک بھی
برتھ کنٹرول کے تجربہ کے بعد پھر اس نظام کو بدلنے کی طرف لوٹے
ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید بھی اصولی طور پر اس امکانی خطرہ کے پیشِ نظر
مسلمانوں کو ہوشیار کرتا ہے کہ:۔

تِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ

(سورۂ آل عمران آیت ۱۴۱)

"یعنی قوموں کے حالات میں اُتار چڑھاؤ ہوتا
رہتا ہے" اس لئے ہوشیار رہو۔

نیز فرماتا ہے:۔

وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ

(سورہ حشر آیت ۱۹)

"یعنی انسان کو چاہیئے کہ جب وہ کوئی کام کرنے لگے تو اس کے تمام امکانی نتائج اور مستقبل کے حالات کو سامنے رکھ کر قدم اُٹھائے" تاکہ جلدی میں یا کسی وقتی اثر کے ماتحت کوئی قدم نہ اُٹھایا جائے۔

اس سے ظاہر ہے کہ محض کسی وقتی رَو میں بہہ کر کوئی قدم اُٹھانا یا دوسروں کی کورانہ تقلید کرنا ہرگز دانش مندی کا طریق نہیں ہے۔ ملکوں میں مختلف قسم کی وباؤں اور حادثوں کے ذریعہ کئی قسم کے غیر متوقع خطرات پیدا ہو جایا کرتے ہیں اور آبادیوں کو غیر معمولی نقصان پہنچ جاتا ہے۔ اسی طرح کون کہہ سکتا ہے کہ پاکستان کو کبھی جنگ پیش نہیں آئے گی؟ اور پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ فوجیوں میں نسلی اور خاندانی روایات بھی چلتی ہیں اور زیادہ تر فوجیوں کے بچے ہی فوج میں جاتے اور اچھے سپاہی بنتے ہیں۔ پس سوچو اور غور کرو اور پھر سوچو اور غور کرو!

(۳۶) خلاصۂ کلام یہ کہ جہاں تک موجودہ بحث کے نتائج کا تعلق ہے اسلام نے اصولی طور پر برتھ کنٹرول کو پسند نہیں کیا بلکہ نسل کی کثرت کو ملک و قوم کے لئے موجبِ برکت قرار دیا ہے۔ اور خاص طور پر رزق کی تنگی کی بناء پر برتھ کنٹرول کرنے سے منع فرمایا ہے۔ لیکن چونکہ اسلام ایک نہایت درجہ متوازن مذہب ہے اس لئے اس نے خاص حالات میں اس کی اجازت بھی دی ہے اور وہ خاص حالات یہ ہیں:-

(۱) ماں کے لئے جان کا خطرہ ہو۔

(۲) ماں یا بچہ کی صحت کو غیر معمولی نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

(۳) حالاتِ سفر کی مجبوری کی وجہ سے مشکلات درپیش ہوں۔

(۴) مگر جب کسی جائز مجبوری کی صورت میں بھی ضبطِ تولید کا طریق اختیار کیا جائے تو اُس وقت بھی یہ کنٹرول عارضی صورت میں ہونا چاہیئے نہ کہ مستقل بندش کی صورت میں۔ سوائے اس کے کہ ایسا کرنا ڈاکٹری

ہدایت کے ماتحت ناگزیر ہو۔

(۵) مجبوری کی صورت میں بھی صرف انفرادی طور پر برتھ کنٹرول کیا جا سکتا ہے نہ کہ وسیع قومی پیمانہ پر جو کہ بعد میں مُلکی خطرے کا موجب ہو سکتا ہے۔

(۶) قومی پیمانہ پر ماں اور بچہ کی صحت کے خیال سے دو ولادتوں کے درمیانی عرصہ کا کسی قدر لمبا ہونا پسند کیا گیا ہے۔

(۷) جو لوگ حقیقۃً معذور اور نادار اور بے سہارا ہوں اُن کی اقل ضروریات کی ذمہ داری حکومت پر ہے۔ اسی طرح قومی صحت کی برقراری اور ابتدائی تعلیم کا انتظام بھی حکومت کے ذمہ ہے۔

(۳۷) اُوپر کے چند مختصر سے نوٹوں میں مَیں نے "خاندانی منصوبہ بندی" یا برتھ کنٹرول کے متعلق اپنی ابتدائی تحقیق کا خلاصہ درج کیا ہے۔ لیکن چونکہ یہ ایک نہایت اہم مضمون ہے جس سے مسلمانوں اور خصوصاً پاکستان کے مسلمانوں کی آئندہ ترقی یا (خدا نہ کرے) تنزّل پر بھاری اثر پڑ سکتا ہے (اور ظاہر

ہے کہ ایسے امور کا اثر قومی زندگی میں آہستہ آہستہ ہی ظاہر ہوا کرتا ہے) اس لئے میں اپنے نوٹوں کو آخری صورت دینے سے قبل انہیں موجودہ ابتدائی حالت میں ہی شائع کر رہا ہوں تاکہ مجھے بھی مزید غور کرنے کا موقعہ مل سکے اور جو ہمدردانِ مُلک و ملت اس بارے میں کوئی خیال ظاہر فرمانا چاہیں ان کے خیالات کا بھی مجھے علم ہو جائے۔ چونکہ میں نے بچپن سے ہی خالصۃً مذہبی ماحول میں پرورش پائی ہے اس لئے طبعاً میرے ان نوٹوں میں مذہبی نظریات کا عنصر غالب ہے لیکن چونکہ اسلام نے اپنے حکیمانہ نظام میں دوسرے پہلوؤں کو بھی نظر انداز نہیں کیا اسلئے میرے یہ نوٹ کسی قدر ان پہلوؤں کی چاشنی سے بھی خالی نہیں۔ میری دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اِس اہم مضمون کو ایسی صورت میں مکمّل کرنے کی توفیق دے جو پاکستان کے لئے مفید اور بہترین نتائج کی حامل ہو۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللہِ الْعَظِیْمِ ۔

خاکسار

خادمِ مُلک و ملّت

مرزا بشیر احمد

ربوہ۔ ۳۰ نومبر ۱۹۵۹ء

(تتمہ کے لئے اگلا صفحہ دیکھیں)

تتمہ مضمون "خاندانی منصوبہ بندی"

میرے یہ نوٹ لکھے جاچکے تھے کہ مجھے معلوم ہوا کہ زمانۂ حال کے بعض اصحاب بلکہ بعض علماء بھی بعض ایسی حدیثوں سے ضبطِ تولید کا استدلال فرماتے ہیں جو میرے موجودہ نوٹوں میں زیرِ بحث نہیں آئیں۔ لہٰذا ان کے متعلق اس تتمہ میں ایک مختصر سا نوٹ درج کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

پہلی حدیث (میں اس جگہ صرف ترجمہ پر اکتفا کرتا ہوں) یہ بیان کی گئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ دُعا فرمایا کرتے تھے کہ خدایا میں **جھد البلاء** (یعنی تکلیف کی شدت) سے تیری پناہ مانگتا ہوں (بخاری کتاب الدعوات) اور کہا جاتا ہے کہ جب آپؐ سے دریافت کیا گیا کہ **جھد البلاء** سے کیا مراد ہے تو آپؐ نے فرمایا کہ اس سے "قلتِ مال اور کثرتِ عیال" مراد ہے۔ آپؐ کے اس مزعومہ جواب سے استدلال کیا جاتا ہے کہ اس سے برتھ کنٹرول کا جواز ثابت ہوتا ہے۔ سو اس کے متعلق اوّل تو یاد رکھنا چاہیئے کہ بے شک

یہ درست ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دُعا کی تلقین فرمائی ہے مگر یہ بات درست نہیں کہ آپؐ نے جھد البلاء کی تشریح میں یہ الفاظ فرمائے ہیں کہ اس سے "مال کی قلت اور عیال کی کثرت" مراد ہے۔ بلکہ یہ تشریح کسی اور کی ہے نہ کہ آپؐ کی۔ (فتح الباری شرح بخاری جلد ۱۱ صفحہ ۱۲۶) تو پھر جب یہ الفاظ حدیثِ نبوی کا حصہ ہی نہیں ہیں تو دلیل خود بخود باطل ہو گئی۔

علاوہ ازیں میں سمجھ نہیں سکا کہ اگر بالفرض یہ تشریح بھی حدیث کا حصہ ہی ہو تو پھر بھی اس سے برتھ کنٹرول کے حق میں کس طرح استدلال ہو سکتا ہے؟ یہ استدلال تو تب درست ہوتا کہ جب رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے سوال کے جواب میں یہ فرماتے کہ ان حالات میں تم بے شک عزل کر لیا کرو مگر آپؐ نے ہرگز ایسا نہیں فرمایا بلکہ انسانی تکلیفوں میں سے ایک امکانی تکلیف کا ذکر کر کے دُعا کی طرف توجہ دلائی ہے (جیسا کہ آپؐ ہمیشہ ایسے موقعوں پر توجہ دلایا کرتے تھے) جس سے مراد یہ ہے کہ انسان کو اس قسم کی تکالیف کے وقت میں خدا کی طرف جھکنا چاہیئے اور خدا کے پیدا کئے ہوئے سامانوں (یعنی زیادہ محنت اور پیداوار کی ترقی اور حکومت کی امداد اور دیگر جائز ذرائع) سے اپنی تکلیف کو دُور کرنے کی کوشش کرنی

چاہیئے۔ بلکہ اگر غور کیا جائے تو یہ روایت (اگر بالفرض یہ تشریح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ہو) عزل کے خلاف دلیل بنتی ہے کہ باوجود اس کے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قلتِ مال اور کثرتِ عیال والی تنگی کا عُذر تھا اور آپ کو اس کا احساس بھی تھا آپؐ نے اس کے علاج اور ازالہ کے لئے عزل کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں آتا ہے اپنی اُمّت کے لئے کثرتِ نسل کی خواہش ظاہر فرمائی ہے۔

دوسری حدیث حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت کی بناء پر پیش کی جاتی ہے۔ حضرت ابوسعیدؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض صحابی از خود عزل کیا کرتے تھے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرنے کی ضرورت محسوس کی گئی۔ اِس پر آپؐ نے بڑی حیرت کے ساتھ فرمایا۔ "کیا تم واقعی ایسا کرتے ہو؟ کیا تم واقعی ایسا کرتے ہو؟ کیا تم واقعی ایسا کرتے ہو؟" (یعنی آپؐ نے یہ الفاظ تین دفعہ دُہرائے اور پھر فرمایا) "جو جان قیامت تک پیدا ہونی مقدّر ہے وہ تو پیدا ہو کر ہی رہیگی۔" (بخاری کتاب النکاح باب العزل) اِس حدیث سے بھی موجودہ زمانہ کے بعض اصحاب نے عزل کے حق میں استدلال کیا ہے یعنی کہا جاتا ہے کہ چونکہ اس حدیث میں رسولِ پاکؐ

نے صراحت کے ساتھ عزل سے روکا نہیں اس لئے گویا وہ جائز ہے۔ مگر میں حیران ہوں کہ یہ استدلال کس طرح درست سمجھا جا سکتا ہے؟ کیونکہ جیسا کہ اس حدیث کے الفاظ اور پھر طریقِ اظہار سے ظاہر ہے اِس موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے غیر معمولی حیرت کا اظہار ہرگز پسندیدگی کے رنگ میں نہیں ہے۔ بلکہ واضح طور پر ناپسندیدگی کے رنگ میں ہے۔

ایک اور دلیل امام شافعی علیہ الرحمۃ کے ایک قول کی بناء پر پیش کی جاتی ہے۔ سورۃ نساء کی چوتھی آیت میں جو یہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر تم ایک سے زیادہ بیویوں کے درمیان عدل نہ کر سکو تو پھر تمہیں صرف ایک ہی بیوی پر اکتفا کرنی چاہیئے۔ اور اس کے بعد قرآن شریف فرماتا ہے کہ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَعُوْلُوْا (یعنی اس طرح تم بے انصافی سے بچ جاؤ گے) اس کی تشریح میں امام شافعیؒ ایک جدّت پیدا کرکے ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَلَّا تَعُوْلُوْا کے یہ معنی کرتے ہیں کہ "اِس طرح تم عیال کی کثرت سے بچ جاؤ گے۔" کہا جاتا ہے کہ امام صاحب نے اس طرح قرآن مجید سے تحدیدِ نسل یعنی برتھ کنٹرول کا جواز ثابت کیا ہے۔ لیکن اوّل تو آیت کا سیاق سباق اِن معنوں کا متحمل نہیں کیونکہ آیت کا بنیادی مفہوم بیویوں پر ظلم کے سدِّ باب سے تعلق رکھتا ہے اور پھر

شخص سمجھ سکتا ہے کہ اِس مفہوم کا کثرتِ اولاد یا قلتِ اولاد کے سوال کے ساتھ کوئی جوڑ نہیں۔ دوسرے یہ کہ لغت اور تفسیر کے اکثر اماموں نے نہ صرف امام شافعی کی اِس تشریح سے اختلاف کیا ہے بلکہ لغوی اور علمی لحاظ سے اس پر کڑی جرح بھی کی ہے (تفسیر ابن کثیر و تفسیر البحر المحیط و تفسیر فتح القدیر وغیرہ) تیسرے یہ کہ جیسا کہ حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا کے یہی معنی کئے ہیں کہ "اِس طرح تم ظلم کی طرف جھکنے سے بچ جاؤ گے"۔ (تفسیر کشاف و تفسیر ابن کثیر وغیرہ) اور سرورِ کائنات کی تشریح کے مقابل پر کسی اور کی تشریح کیا حقیقت رکھتی ہے؟

پھر ایک استدلال حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ایک مزعومہ قول سے بھی کیا جاتا ہے کہ آپ نے ایک موقعہ پر حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہما کی موجودگی میں فرمایا کہ "عزل کرنے میں کوئی حرج نہیں"۔ لیکن چونکہ اِس دلیل کے پیش کرنے والے اصحاب نے اس کا حوالہ نہیں دیا اور نہ ہی مجھے یہ حوالہ ابھی تک ملا ہے اسلئے نہیں کہا جا سکتا کہ حضرت عمرؓ نے یہ الفاظ فرمائے بھی یا نہیں فرمائے اور اگر فرمائے تو کس موقعہ پر اور کس ماحول میں فرمائے۔ بلکہ اسکے خلاف

امام شعرانی کی مشہور کتاب کشف الغُمّة میں لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ عزل کو ناپسند فرماتے تھے۔ اسلئے اگر حضرت عمرؓ نے کسی موقعہ پر عزل کے جواز میں کچھ کہا ہوگا تو غالباً صرف لونڈیوں کے تعلق میں کہا ہوگا جس کی تشریح اُوپر والے نوٹوں میں گزر چکی ہے۔ بہرحال انشاءاللہ مفصل مضمون میں حسبِ ضرورت یہ ساری بحثیں آجائیں گی۔ اور خدا کرے کہ اِس مضمون کی آخری صورت منشاءِ الٰہی کے مطابق اور ملک و ملت کے لئے مفید ہو۔ آمین۔

خاکسار

مرزا بشیر احمد

ربوہ۔ ۳۰ دسمبر ۱۹۵۹ء

ضروری نوٹ

میرا یہ مضمون اور اس کے ساتھ کا تتمہ لکھے جا چکے تھے کہ اخبار نوائے وقت لاہور کی اُوپر تلے کی اشاعتوں میں دو ایسے نوٹ میری نظر سے گزرے ہیں جن سے برتھ کنٹرول اور آبادی کے سوال اور اس کے حل کے متعلق دلچسپ روشنی پڑتی ہے۔ اور مَیں نے مناسب سمجھا کہ اِس رسالہ کے آخر میں ان نوٹوں کا خلاصہ درج کر دیا جائے۔

پہلا نوٹ نوائے وقت مؤرخہ ۳ جنوری ۱۹۶۰ء کے صفحہ ۲ پر "فیملی پلاننگ ——— برطانیہ میں اُلٹی گنگا" کے عنوان کے تحت نوائے وقت کے نمائندہ خصوصی محترم مجید نظامی صاحب کی طرف سے مکتوب لندن کی صورت میں شائع ہوا ہے جس میں نظامی صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ آجکل انگلستان میں "خاندانی منصوبہ بندی" کے خلاف بڑے زور کی رَد شروع ہے اور سابقہ خیالات کو ترک کر کے لوگ زیادہ بچے پیدا کرنے کی طرف زور شور سے مائل ہو رہے اور یہ رجحان بڑھتا جا رہا ہے۔

دوسرا نوٹ نوائے وقت مؤرخہ ۴ جنوری ۶۰ء کے صفحہ ۲ پر "پاکستانیوں کے لئے غیر ممالک میں گنجائش" کے عنوان کے تحت نوائے وقت کے نمائندہ خصوصی محترم حفیظ ملک صاحب کی طرف سے مکتوب واشنگٹن کی صورت میں شائع ہوا ہے جس میں برتھ کنٹرول کو پاکستان کے لئے غیر مؤثر ظاہر کرنے کے علاوہ لکھا ہے کہ پاکستان میں جہاں جہاں آبادی کا دباؤ محسوس کیا جا رہا ہو وہاں کے لوگوں کو چاہیئے کہ بیرونی ملکوں اور خصوصاً جنوبی امریکہ کی طرف نقل مکانی کر کے اِس دباؤ کو دُور کرنے کی کوشش کریں۔ اور لکھا ہے کہ جنوبی امریکہ کے ملک برازیل میں ایسی نقل مکانی کی خاص

خاص طور پر زیادہ گنجائش موجود ہے۔

سو الحمد للہ کہ یہ دونو مکتوب (یعنی ایک مکتوب لندن اور دوسرا مکتوب واشنگٹن) میرے مضمون کی اصولی تائید کر رہے ہیں ۞

خاکسار

مرزا بشیر احمد

۵ جنوری ۱۹۶۰ء